حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے چار بنیادی تقاضے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶؍اکتوبر ۱۹۷۰ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ پڑھی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ

(النّسآء: ۱۷۱)

اور پھر فرمایا:-

’’ایک سلسلہ خطبات کا میں ’’اپنے ایمانوں کو مضبوط اور مستحکم کرو‘‘ کے مضمون پر دے رہا ہوں۔ قبل اس کے کہ میں آج کے خطبہ کا مضمون بیان کروں میں دوستوں سے دعا کی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلی گرمیوں میں کچھ بے احتیاطی ہوگئی اور میرے خون میں شکر معمول سے زیادہ ہوگئی۔ پہلے قریباً دو سال ہوئے اس سے بھی زیادہ ہوگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بغیر کسی علاج کے اس وقت صحت دے دی اور خون کی شکر معمول پر آ گئی۔ دوست دعا کریں کہ اب بھی اللہ تعالیٰ اس عاجز بندے پر رحم فرمائے اور صحت عطا کرے حقیقی شافی وہی ہے۔

ایمان کے مختلف تقاضے ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے کیا ہے بعض تقاضوں کے متعلق میں اپنے پچھلے خطبات میں مختصراً بتا چکا ہوں آج ایمان کے جس تقاضے کے متعلق میں بات کرنا چاہتا ہوں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے۔ قرآن کریم کا اگر آپ غور اور تدبر سے مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم میں یہ مضمون بڑی وسعت اور بڑی وضاحت اور بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب ایمان لانے کو کہا جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہوتی ہے؟

محض یہ کافی نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں یا محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ہم آخرت پر ایمان لائے محض یہ کہہ دینا کافی نہیں کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور یہ سمجھ لینا کہ ہم اس طرح اپنی ذمہ داری کو پورا کر چکے ہیں درست نہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اللہ کے نزدیک کب صحیح اور درست ہوتا ہے ابھی میں نے بتایا ہے میں اس تفصیل میں تو نہیں جاسکتا جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان بھی اس کی کامل تفصیل میں نہیں جاسکتا کیونکہ ہر صدی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن و احسان کے نئے جلوے بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرتی ہے بہت کچھ ہمارے بزرگوں نے کہا، مختصر سا میں جلسہ سالانہ کی تقریر میں بھی دوسری تقاریر میں بھی اور خطبات میں بھی کہہ چکا ہوں۔ اس وقت میں چار باتیں یا یوں کہو کہ ایمان بمحمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے چار تقاضوں کے متعلق بیان کروں گا۔

قرآن کریم نے اصولی طور پر تو ہمیں یہ کہا ہے کہ کامل حق کے ساتھ ہمارے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری طرف مبعوث ہو چکے فَاٰمِنُوْا پس آپ پر ایمان لاؤ خَیْرًا لَّکُمْ دین اور دنیا کی بھلائی تم اس میں پاؤ گے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو اس مضمون کی یاددہانی کراتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے الہام کیا:

”کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ“ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۳۵) یعنی ہر خیر اور برکت کا سرچشمۂ حقیقی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آپ کے علاوہ کہیں بھی دین یا دنیا کی حقیقی بھلائی انسان حاصل نہیں کرسکتا تو جہاں بہت سی آیات میں آپ پر ایمان لانے کا ذکر ہے میں نے ان میں سے یہ آیت اس لئے منتخب کی ہے کہ اس میں یہ اصول بتایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تا تم ہر قسم کی خیر اور بھلائی پاؤ۔ پس قرآن کریم اور احادیث پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر ایمان لانے کا ایک تقاضا یہ ہے کہ

آپ کو ”خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ“ سمجھا جائے اور تمام روحانی برکتوں کا سرچشمہ آپ کے وجود کو سمجھا جائے۔ اسی لئے احادیث میں بڑی وضاحت سے یہ بیان ہوا ہے کہ یہ خیال غلط ہے کہ حضرت آدم یا حضرت نوح یا حضرت ابراہیم یا حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے آسمانی برکات کو محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ روحانی کے بغیر حاصل کیا اور یہ کہ دیگر انبیاء جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے ان کا رشتہ محمد رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم سے نہیں تھا آپ نے فرمایا کہ میں آدمؑ سے بھی پہلے نبی اور خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ تھا اور اس طرح ہمیں یہ سمجھایا کہ حضرت آدمؑ کو بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احتیاج تھی حضرت نوحؑ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور وہ جو کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء دنیا کی طرف مختلف اوقات میں اور مختلف قوموں میں مبعوث ہوئے ان تمام انبیاء کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی کی احتیاج تھی۔ آپ کے بغیر وہ روحانی درجات کو حاصل نہیں کر سکتے تھے اور آپ کی جسمانی بعثت کے بعد امت محمدیہ میں اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب جو اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ جس کثرت سے ہم سمندر کا پانی بھی نہیں دیکھتے، وہ بھی ہر برکت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حاصل کرنے والے تھے اور ان کے وجود کا ہر ذرّہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا تھا نہ آپ سے پہلے اللہ کے ایسے محبوب گزرے نہ آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہوئے جنہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضۂ روحانی کی احتیاج نہ ہو، ہر ایک محتاج تھا آپ سے برکات کے حصول، کا ہر ایک نے اپنے اپنے دائرہ استعداد کے اندر جتنا اس کا ظرف تھا، جتنا اس کا پیالہ تھا اتنا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے بھر لیا اور خدا کا پیارا ہو گیا پس اس معنےٰ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی تاکید کی گئی ہے ہر شخص کے دل میں یہ یقین ہونا چاہئے کہ کوئی روحانی برکت یا حقیقی جسمانی فیض حاصل نہیں ہو سکتا جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق نہ ہو باقی ظاہر میں دنیوی لحاظ سے بعض کامیاب بھی ہو جاتے ہیں لیکن یہ عارضی خوشیاں ان مسرتوں کے مقابلہ میں نہیں رکھی جاسکتیں جو ایک عاجز انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ

روحانی سے اپنے رب سے حاصل کرتا ہے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا ایک تقاضا یہ ہے کہ آپ کو اس معنی میں خَاتَمَ النَّبِيِّينَ مانا جائے کہ کوئی روحانی برکت اور آسمانی فیض آپ کی وساطت اور آپ کے طفیل کے بغیر انسان حاصل نہیں کرسکتا۔

دوسری بنیادی چیز اور اہم تقاضا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ اس دنیا کی حقیقی زندگی آپ کے بغیر انسان حاصل نہیں کرسکتا۔قران کریم نے بڑی وضاحت سے یہ دعویٰ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ انفال میں فرماتا ہے۔يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:۲۵) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حیات بخش ہے، اس آیت کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کرنا آپ کی بات کو ماننا، آپ کے کہنے پر چلنا حیات بخش ہے یعنی اس سے زندگی حاصل ہوتی ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ جو شخص آپ کی بات قبول نہیں کرتا اور آپ کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھنے کے لئے تیار نہیں وہ حقیقی حیات اور سچی زندگی سے محروم ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو پہچانتے نہیں ان میں جو زندگی ہمیں نظر آرہی ہے وہ اس زندگی کے مانند اور مشابہ ہے جو چھپکلی کی دم میں ہوتی ہے جب دُم اپنے جسم سے کٹ جاتی ہے تو کئی منٹ تک وہ ہلتی رہتی ہے اس میں حرکت ہے اور اس میں بظاہر زندگی کے آثار ہیں لیکن حقیقی زندگی نہیں ہے اس کو ایک بچہ بھی سمجھتا ہے کہ جب دُم کٹ گئی تو اس دم کی کیا زندگی ہے؟ بعض دفعہ پندرہ منٹ تک چھپکلی کی دم اپنے جسم سے کٹنے کے بعد زندگی کے مشابہ ایک چیز ظاہر کرتی ہے اور انسان اسے بخوبی سمجھتا ہے جو زندگی ابوجہل کی ہمیں نظر آتی ہے یا جو زندگی فرعون کی ہمیں نظر آتی ہے یا جو زندگی دوسرے ان لوگوں کی ہمیں نظر آتی ہے جنہوں نے خدا تعالیٰ کی آواز کو ٹھکراتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے مقابلہ میں گزاری ہے وہ چھپکلی کی دُم کی زندگی ہے اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی اس لئے کہ زندگی جن چیزوں کا مجموعہ ہے وہ اس زندگی میں ہمیں نظر نہیں آتی لیکن یہ خود ایک مستقل اور لمبا مضمون ہے میں اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جاسکتا۔ اصولاً میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حقیقی زندگی پانے کے لئے اور ابدی حیات حاصل

کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنے والے ہوں۔

تیسرا تقاضا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا قرآن کریم نے یہ بیان کیا ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔(الاحزاب:۲۲) اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ انسان کو صحیح الفطرت پیدا کیا گیا ہے بہت سے انسان جن کی جسمانی فطرت مسخ ہو چکی ہو ان کے دل میں فطری اور طبعی طور پر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان سے تعلق پیدا ہو جائے اور اس زندگی کے بعد جو دوسری زندگی انسان کو ملنے والی ہے یعنی اخروی زندگی اس کی خوشحال زندگی بنے اور اس کی طبیعت اندر سے یہ بتا رہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے اور آخرت کی نعماء کا وارث بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنے وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ایسے لوگوں کی فطرتی آواز کو قبول کرنے کے لئے اور ان کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے ہم دنیا میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر خدا کی رضا کو حاصل کرنا چاہتے ہو جو تمہاری فطرت کی آواز ہے، اگر تم اخروی زندگی کی نعماء پانا چاہتے ہو، اگر تم خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ کا مظہر بننا چاہتے ہو تو تمہارے لئے صرف ایک راستہ کھلا ہے اور وہ راستہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے پس تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو، آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپناؤ۔ جس راستہ پر آپ چلے اس راستہ پر قدم رکھو۔ جن راہوں کو آپ نے چھوڑا انہیں ترک کر دو۔ آپ کا رنگ اپنے نفسوں پر چڑھاؤ۔ آپ کی محبت میں اپنی طبیعتوں کو فنا کر دو چونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفات باری کے مظہر اتم ہیں اسلئے جب تم اس رنگ میں رنگین ہو جاؤ گے تو اپنی قوت اپنی فطرت اور استعداد اور اپنے مجاہدہ اور کوشش کے مطابق تمہارے اوپر بھی وہ رنگ چڑھ جائے گا اور اس طرح تم خدا تعالیٰ کی رضا کو بھی حاصل کر لو گے اور اخروی زندگی کو بھی حاصل کر لو گے۔ اس آیت میں جہاں تک میں نے غور کیا ہے خصوصاً اس مضمون میں جو میں بیان کر رہا ہوں اس ورلی زندگی کی نسبت اخروی زندگی کی نعماء پر زیادہ زور دیا گیا ہے چونکہ یہ عارضی زندگی ہے اور بڑی چھوٹی زندگی ہے اور اسی پر بناء ہے جنت کی نعماء کے حصول کیا گر انسان اس دنیا میں اندھا ہے تو اس دنیا میں اسے

آنکھ نہیں مل سکتی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اخروی زندگی کے نعماء کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ تم صفات باری کے مظہر بنو اور اپنی استعداد کے دائرہ میں صفات باری کا مظہر بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرو۔ یہاں دراصل دو باتوں پر غور کرنے کی بنیادی تعلیم دی گئی ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر غور کرو۔

دوسرا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات حسنہ پر غور کرو۔ پھر تم اس نتیجہ پر پہنچو گے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفات باری کے مظہر اتم ہیں اور یہ کہ تمہیں خدا تعالیٰ کی رضا آپ کی پیروی اور اتباع اور آپ کا رنگ اپنی طبیعت پر چڑھانے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ تو جو شخص اُخروی زندگی کے لئے جس کو ہم نہ ختم ہونے والی زندگی کہتے ہیں کوشش کرے گا اس کی یہ دنیاوی زندگی خود بخود سدھر جائے گی وہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرلے گا لیکن اس آیت کریمہ میں زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ اپنی اُخروی زندگی کی فلاح اور بہبود کے لئے کوشش کرنی چاہئے اور اس کا یہی راستہ ہے جب قرآن کریم نے یہ کہا کہ کامل حق کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوچکے تو اگر تم بھلائی اور خیر چاہتے ہو تو تمہیں آپ کے دعویٰ کو بھی اور آپ کی ہدایت کو بھی قبول کرنا پڑے گا اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنا پڑے گا۔ سو اس کا ایک تقاضا یہ بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ضروری ہے تم اس کے بغیر نہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرسکتے ہو اور نہ اُخروی زندگی کی نعماء کو حاصل کرسکتے ہو۔

چوتھی بنیادی بات جو اِیمَانٌ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا تقاضا ہے یہ ہے کہ انسان کی پیدائش کی غرض یہ ہے کہ وہ اللہ کا محبوب بن جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡلَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ۔

(اٰل عمران:۳۲)

میرے نزدیک وہاں اسوۂ حسنہ پر زیادہ زور دیا گیا تھا اور اُخروی زندگی پر اور یہاں زیادہ زور بنیادی طور پر ورلی زندگی پر دیا گیا ہے زمانہ کی تخصیص کے لحاظ سے یہ حصہ پہلے لے

لینا چاہئے تھا لیکن اہمیت کے لحاظ سے ابدی حیات بہت زیادہ اہم ہے اس لئے میں نے اسے پہلے سے لے لیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہیں اس دنیا میں محبوب الٰہی بننے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ اگر تم محبوب الٰہی نہ بنو گے تو جو چیز تمہیں حیات ابدی کی خوشیوں کی وارث بناتی ہے وہ حاصل کرنے کے لئے جہنم کے ہسپتال میں سے گزرنا پڑے گا۔ اسلئے تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اسی دنیا میں تم اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ اور جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ان کی علامات جو قرآن کریم نے بتائی ہیں وہ بڑی وسیع ہیں اور مختلف پہلوؤں سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے جب تک انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے محبوب نہیں اسے یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے کہ وہ اُخروی زندگی میں خدا کا محبوب ہوگا اور یہ کہ اس کی نعماء کو پالے گا اور اس کی محبت اور رضا کو حاصل کرے گا یا اس کی رضا کی جنتوں کے مختلف جلوے اس پر ظاہر کئے جائیں گے یہ اس کا خیال خام ہے اس واسطے فرمایا اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا محبوب بننا تمہارے لئے ضروری ہے ورنہ جس مقصد اور غرض کیلئے تمہاری پیدائش ہوئی ہے وہ مقصد اور غرض پوری نہ ہوگی اور طریق یہ بتایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو خدا کے محبوب بن جاؤ گے۔

پھر یہ بتایا کہ محبوب محبوب میں فرق ہوتا ہے ایک محبوب تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب ہم کہتے ہیں کہ آپ صفات باری کے مظہر اتم تھے تو ہمیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے اور یقین کرنا پڑتا ہے کہ آپ سے زیادہ کسی اور انسان سے اللہ تعالیٰ نے پیار اور محبت نہیں کی۔ کیونکہ دوسرے اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم نہیں انہوں نے وہ قرب حاصل نہیں کیا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کیا انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ مثال ہمارے سامنے رکھ دی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو مظہر اتم ہونے کی وجہ سے محبوبیت کاملہ کے وارث ہیں اس سے زیادہ کوئی محبوب نہیں ہوسکتا اور ہم عاجز انسان بندے ہیں اس اتباع کے باوجود ہم تیری محبت کیسے حاصل کریں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تسلی رکھو اگر تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ اپنے اوپر چڑھا کر اپنی استعداد کے مطابق میری صفات کے مظہر بننے کی کوشش کرو گے تو میں تمہاری غلطیاں دور کر دوں گا۔ پس اس آیت میں بڑی امید دلائی گئی ہے **يَغْفِرْ لَكُمْ** یہ نہ سمجھنا کہ اتنا بلند اور ارفع وجود ہے انسان وہاں کیسے پہنچے گا اور پھر مایوس ہو جانا اور کفر اور الحاد کے

اندر ملوث ہو جانا۔

تو ایک طرف یہ کہا کہ یہ نمونہ ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرو اسی وقت شیطان دل میں وسوسہ پیدا کرسکتا تھا کہ یہ نمونہ اتنا بڑا ہے کہ تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا نہیں تمہاری فطری کمزوریاں ہیں ان کی وجہ سے جو تم سے غلطیاں، کوتاہیاں اور غفلتیں ہوں گی ان سے گھبرانا نہیں کیونکہ ''یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے آپ کا مظہر بننے کی کوشش کرو تمہاری خطائیں، گناہ، غفلتیں، کمزوریاں معاف کر دی جائیں گی۔ یہ ہمیں امید دلائی ہے اور ہمارے دل اور ہماری روح کو امید سے بھر دیا ہے اور یہاں ہمیں یہ حکم دیا کہ خالی یہ کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے کافی نہیں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو مظہر اتم صفات باری سمجھتے ہوئے آپ سے انتہائی محبت کی جائے اور محبت کے نتیجہ میں آپ کی اتباع کی جائے یہاں اتباع کا لفظ ہے جو نتیجہ ہے محبت کا، اس سے پتہ لگتا ہے کہ اصل حکم یہ ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو اور جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ اس کی اتباع کر رہا ہوتا ہے اور اس کے قدم چومتا ہے، اس کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگاتا ہے، اس کے پاؤں کی خاک کو اپنا سرمہ سمجھتا ہے، وہ اپنی جان اس پر فدا کر رہا ہوتا ہے۔ اپنی استعداد کے مطابق وہ کامل اتباع کر رہا ہوتا ہے، تو تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرو وہ میرا محبوب ہے اس کی اتباع کرو تو میری محبت مل جائے گی اور شیطان تمہارے دل میں یہ وسوسہ نہ ڈالے کہ تم کمزور اور عاجز بندے ہو ہزار غلطیاں کرتے ہو، ہزار کوتاہیاں تم سے سرزد ہو جاتی ہیں اس کی فکر نہ کرو ہمارا تم سے وعدہ ہے کہ اگر تم خلوص نیت کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا ہو کر آپ کی اتباع کرو گے تو تمہاری کمزوریوں کے باوجود میں تمہیں اپنا محبوب بنالوں گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو اپنی مغفرت کی چادر سے ڈھانک دے اور ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رنگ میں محبت کرنے والا پائے جس رنگ میں وہ انسان سے خواہش رکھتا ہے کہ وہ اس کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرنے والا ہو۔ اَللّٰھم اٰمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴؍اپریل ۱۹۷۱ء صفحہ ۳ تا ۶)